Part-1 

30-05-2016

استقبالِ رمضان

مفتی منیب الرحمٰن

استقبال کے معنی ہیں: کسی آنے والے کو خوش آمدید کہنا، اگر وہ محبوب ہے تو اس کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرنا، عربی زبان میں اس کے لئے ''اَهلاً وَّ سَهلاً'' اور ''مَرحَبًا بِکُم'' کے کلمات استعمال ہوتے ہیں۔ ''رَحب'' کے معنی کشادگی کے ہیں اور کسی کو ''مَرحَبًا بِکُم'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لئے ہمارے دل میں بڑی کشادگی ہے، کوئی انقباض نہیں ہے۔ قمری سال کے مہینوں میں ''رمضان'' ہی ایسا عظیم المرتبت مہینہ ہے جس کی شان قرآنِ کریم میں بھی بیان کی گئی ہے اور اس کی بابت رسول اللہ ﷺ کا ایک خصوصی استقبالی خطبہ بھی منقول ہے، جو درج ذیل ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: ''(ایک بار) رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں ایک (خصوصی) خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے فرمایا: اے لوگو! ایک عظیم مہینہ تم پر سایہ فگن ہونے والا ہے، (یہ) مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات (ایسی ہے جو) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں روزے رکھنا فرض قرار دیا ہے اور اس کی راتوں میں (نمازِ تراویح کی صورت میں) قیام کو نفلی عبادت قرار دیا ہے۔ جو (خوش نصیب) اس مہینے میں اللہ کی رضا کے لئے کوئی نفلی عبادت انجام دے گا، تو اُسے دوسرے مہینوں کے (اسی نوع کے) فرض کے برابر اجر ملے گا اور جو اس مہینے میں کوئی فرض عبادت ادا کرے گا، تو اسے دوسرے مہینوں کے (اسی نوع کے) ستر فرائض کے برابر اجر ملے گا۔

یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ دوسروں سے ہمدردی اور ان کے دکھ درد کے ازالے کا مہینہ ہے، یہ ایسا (مبارک) مہینہ ہے کہ اس میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے گا، تو یہ اس کے لئے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنے گا اور اس کے سبب اس کی گردن نارِ جہنم سے آزاد ہوگی اور روزے دار کے اجر میں کسی کمی کے بغیر اُسے اُس کے برابر اجر ملے گا۔ (حضرت سلمان بیان کرتے ہیں) ہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم میں سے ہر کوئی اتنی توفیق نہیں رکھتا کہ روزے دار کا روزہ افطار کرائے، (تو کیا ایسے لوگ افطار کے اجر سے محروم رہیں گے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اجر اُسے بھی ملے گا، جو دودھ کے ایک گھونٹ سے یا ایک کھجور سے یا پانی پلا کر ہی کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے۔ اور جو شخص کسی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھلائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) میرے حوضِ (کوثر) سے ایسا جام پلائے گا کہ (پھر) وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہیں ہوگا۔

یہ ایسا (مقدّس) مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ نزولِ رحمت کا سبب ہے اور اس کا درمیانی عشرہ مغفرت کے لیے ہے اور اس کا آخری عشرہ نارِ جہنم سے نجات کے لیے ہے اور جو شخص اس مہینے میں اپنے ماتحت لوگوں (یعنی خدام اور ملازمین) کے کام میں تخفیف کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اسے نارِ جہنم سے رہائی عطا فرمادے گا، (شُعَبُ الایمان للبیہقی

(3608)''۔

یہ روزہ ورمضان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک جامع اور ایمان افروز خطبہ ہے۔ باہر کی دنیا کے بارے میں تو ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہیں، لیکن ہمارے ہاں ماشاءاللہ! ''استقبالِ رمضان'' کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ رمضان کسی شخص کا نام نہیں ہے کہ کہیں سے اس کی آمد متوقع ہو اور ہم آگے بڑھ کر اس کا استقبال کریں اور کہیں کہ ع ''اے آمدنت توباعثِ آبادیٔ ما''، کہ آپ کے آنے سے ہمارے ہاں رونقیں بڑھیں گی، ہمیں مسرّت وشادمانی نصیب ہوگی۔

سو استقبالِ رمضان دراصل ایک وجدانی، روحانی اور باطنی کیفیت کا نام ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو نظریاتی اور عملی طور پر رمضان المبارک کی اِن بے حساب نعمتوں اور اجروثواب کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے آمادہ کریں، بلکہ دوسروں کو بھی راغب کریں تاکہ ایک اجتماعی کیفیت پیدا ہو اور روزہ ورمضان المبارک کی بدنی ومالی عبادات ہمیں بارِ معلوم نہ ہوں بلکہ اُن سے روحانی راحت نصیب ہو۔

یہ داخلی ترغیب وآمادگی جذبۂ اخلاص ورضا کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے، (الاحزاب:2)''۔ یہاں قلب سے مراد گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے، جو انسانی جسم کی رگوں میں جگر سے حاصل ہونے والا پاک وصاف خون پمپ کرتا ہے، کیونکہ ایسے شواہد ملتے رہتے ہیں کہ تخلیقِ انسانی کی سنّتِ جاریہ کے برعکس خال خال بعض بچوں کے سینے میں پیدائشی طور پر دو دل بھی ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مراد قلبِ انسانی کے اندر خیروشر کی ترغیبات ومیلانات کو اپنے اندر جذب کرنے کی وہ استعداد ہے جو قدرت نے ہر انسان کے دل ودماغ میں ودیعت کی ہے اور خیروشر کی یہ کشمکش جس طرح انسان کے وجود سے باہر کی دنیا میں ہمیشہ سے موجود چلی آرہی ہے، اسی طرح یہ کشمکش انسانی وجود کے اندر بھی برپا ہے، علامہ اقبال نے کہا ہے:

ستیزہ کار رہا ازل سے تاامروز　　　　چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

باطل کی آندھیاں چراغِ مصطفوی کو گل کرنا چاہتی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وہ اپنے مونہوں سے (پھونکیں مارکر) اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو، (الصف:7)''۔ دوسرے مقام پر فرمایا: ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا، خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہو، (توبہ:32)''۔ پس اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس سے دوری، صدقہ وخیرات کرکے غریبوں سے ہمدردی کرنا اور سنگ دلانہ ذخیرہ اندوزی اور غیرفطری منافع اور استحصال، الغرض دو متضاد صفات جمع نہیں ہوسکتیں۔ بدقسمتی سے ہم نفسِ لوّامہ (ضمیرConscience) اور نفسِ امّارہ کو بیک وقت خوش رکھنا چاہتے ہیں اور اسی کا نام دوعملی اور منافقت ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ع: ''باغباں بھی خوش رہے، راضی رہے صیّاد بھی''۔ ہم ہر چیز کا دونمبر ایڈیشن ایجاد کرنے کے ماہر ہیں۔ غریبوں اور ناداروں کے لئے افطار کا اہتمام کرنے کی بجائے ہم نے اُمراء کی عالی شان افطار پارٹیوں کے سماجی کلچر کو پروان چڑھایا اور اسے بااثر حلقوں میں سماجی روابط بڑھانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ پورے رمضانِ مبارک کی راتوں کو نمازِ تراویح میں قیام کے متبادل ہم نے سہ روزہ اور پنج روزہ تراویح میں ختم قرآن کا شعار اپنایا تاکہ اُس کے بعد بازاروں کی رونقیں سجادی جائیں۔ ایک طرف

مصنوعی قلت پیدا کر کے معاشرے کے نادار طبقات پر رمضانِ مبارک میں غیر معمولی مہنگائی کا عذاب مسلط کرنا اور دوسری طرف غریب پروری کے اظہار کے لئے چوراہوں اور فٹ پاتھوں پر دستر خوان سجانا۔ اور اب تو حال یہ ہے کہ قتلِ ناحق اور فساد بھی مذہبی عنوان سے کیا جا رہا ہے، فیا للعجب! بقول شاعر ؂

کسے خبر تھی کہ ہاتھ میں لے کر چراغ مصطفوی　　　جہاں بھر میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی

اسی طرح ہمارے ہاں ایک نیا کلچر متعارف ہوا ہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعے کے خطبے میں ''الوَداع الوَداع ماہِ رمضان الوَداع'' پڑھا جاتا ہے۔ گذشتہ سال ایک خطیب صاحب نے اس کی بابت دریافت کیا، میں نے انہیں بتایا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی قرونِ اولیٰ سے یہ شِعار ثابت ہے۔ انہوں نے کہا: ہماری انتظامیہ اور مقتدی کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کو خطبے میں پڑھنا ہوگا۔ میں نے کہا: حضور! امام تو دینی رہنما ہوتا ہے، غلامی کو آپ نے کب سے شِعار بنالیا ہے۔ ایک کمیٹی کی غلامی کا یہ عالم ہے تو جہاں مذہب سرکار کی غلامی میں آجائے، وہاں مذہبی آزادی کا تصور کیسے ممکن ہے۔ مزید یہ کہ نعت خواں حضرات کو بھی ایک نیا عنوان ہاتھ آگیا ہے کہ: ''آج رمضان کی الوداع ہے'' کے عنوان سے رقت آمیز لہجے میں اشعار پڑھے جاتے ہیں اور لوگ چار آنسو بہا کر رمضان المبارک کے حقوق سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں اور ہمارا الیکٹرانک میڈیا بھی انہی چیزوں کو فروغ دے رہا ہے، کیونکہ رمضان میں تشہیری کاروبار کے لئے مذہبی عنوان ضروری ہے، اسی طرح سارے لوگوں کی جانب سے ''توبہ'' کا فریضہ بھی نعت خواں حضرات انجام دیدیتے ہیں، یہ مذہبی عقیدت اور جذباتیت کا کاروباری استعمال ہے۔

الغرض استقبالِ رمضان تو حدیث سے ثابت ہے اور اس کی حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ رمضان المبارک کی برکات کو اپنے دامنِ ایمان وعمل میں سمیٹنے کا ایک مزاج اور ماحول پیدا ہو، کیونکہ جب دلوں کی زمیں زرخیز ہوگی، قبولِ حق کے لئے اس میں نرمی اور لطافت پیدا ہوگی تو ایمان دل میں جڑ پکڑے گا، اعمالِ خیر کے برگ وبار پیدا ہوں گے اور شجرِ ایمان ثمر آور اور بار آور ہوگا۔ پھر جب عید الفطر کے چاند کا اعلان ہوتا ہے، تو سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور یک دم راگ رنگ اور رقص وسُرور کا میلا برپا ہوتا ہے، لگتا ہی نہیں کہ ابھی ابھی رمضان المبارک کا پرنور مہینہ گزرا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضانِ مبارک میں جو کیفیت طاری تھی، وہ عارضی میک اپ کی طرح تھی، جس کے اترنے میں کوئی دیر نہیں لگی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''رمضان کی آخری شب میری امت کی بخشش کا فیصلہ ہوگا، کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ کی مراد شبِ قدر ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن جب کوئی محنت کرنے والا محنت کرتا ہے اور اپنی ڈیوٹی کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہے، تو وہ پورے اجر کا حق دار ہوتا ہے، (مسند احمد: 292/2)''۔ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کو شبِ عید اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگنے اور بخشش طلب کرنے میں گزارنی چاہیے، ہمارا حال مغل بادشاہ جہانگیر اور اس کی بیوی نور جہاں کے اس شعری مکالمے جیسا ہوتا ہے:

ہلالِ عید براوجِ فلک ہویدا شد　　　کلیدِ میکدہ گم گشتہ بود، پیدا شد

ترجمہ: ''(جہانگیر نے کہا:) عید کا چاند آسمان پر نمودار ہوگیا، اس پر (نور جہاں نے کہا:) شراب خانے کی چابی گم ہو چکی تھی، مل گئی''۔

(روزنامہ دنیا، 30، مئی 2016ء)